

## قیام پاکستان کی بنیاد محض مذہبی نہ تھی

- i. قیام پاکستان کے بین لا قوامی محرکات کے نام سے چھپانے والا گزشتہ کالم تو صرف اسی نقطے کے ارد گرد تھا کہ جس زمانے میں پاکستان کا قیام عمل میں آرہا تھا اس وقت بین لا قوامی دنیا کی سیاست کی شطرنج میں مہرے کس کس پوزیشن میں تھے۔ اور یہ بھی بات زیر بحث رہی کہ ہندوستان کی آزادی اور تقسیم کے پیچے بین الائی مفاد موجود تھا۔ اسی مفاد کی کی پاسبانی ہم شاید آج تک کر رہے ہیں۔ جتنا ضروری یہ دیکھنا تھا کہ وہ کون سے یہ ورنی محرکات تھے جو تقسیم ہندستان کے عمل میں برق رفتاری پیدا کر رہے تھے۔ اتنا ہی ضروری اس وقت کی ہندوستانی سیاست پر بھی گہری نظر ڈالنے کی ہے تاکہ ہر سیاسی جماعت کی پوزیشن واضح ہو سکے۔ قیام پاکستان کے بعد جو نظر یہ پاکستان تخلیق کیا گیا اس کی حقیقت بھی انہی سالوں کی سیاست کے قابین کے نیچے چھپی ہوئی ہے۔ بر صغیر کے مسلمانوں کی نمائندگی کی سب سے بڑی دعویدار آل انڈیا نیشنل کانگریس تھی۔ ایک وہ ہندوستان کی سب سے بڑی اور پرانی سیاسی جماعت تھی۔ دوسرا وہ پورے ہندوستان کی نمائندگی کرنے کا دعوی بھی کرتی تھی۔ ان کے اس دعوی میں تقویت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اسے براہ راست مسلمانوں کی کثیر تعداد کی حمایت حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ کئی علاقائی مسلمان جماعتوں کی حمایت بھی حاصل تھی۔ ڈاکٹر ڈاکٹر خان، سیف الدین کچیلو اور مولانا ابوالکلام آزاد جیسی قد آور شخصیات بھی کانگریس کی ہمنوا تھیں اور سب اس بات پر مصروف تھے کہ ہندوستان کے متحده قومیت کے تصور کو تسلیم کیا جائے اور تقسیم ہند کو کسی طور قبول نہیں کیا جائے گا۔ ہندوستان کی واحد نمائندہ ہونے کے دعوی میں اس وقت بھی تقویت پیدا ہو جاتی ہے جب 1936ء کے انتخابات پر نظر ڈالی جائے جب وہ پورے ہندوستان کی واحد کامیاب جماعت کے طور پر ابھری اور آٹھ صوبوں میں بلا شرکت غیر حکومت بنائی۔
- ii. جمیعت علماء ہند کے پاس بھی مسلمانوں کی کثیر تعداد کی رہبری کا دعوی تھا۔ چونکہ دارالعلوم دیوبند مغلیہ سلطنت کے خاتمے کے ساتھ سے ہی احیاء دین کے لیے کوشش تھی اس لیے ایک لبے عرصے تک ہندوستان میں دین کے لیے جدوجہد کرنے کے باعث عوام میں مقبولیت کا ہونا ایک فطری امر تھا۔ جمیعت علماء ہند دارالعلوم دیوبند کا سیاسی بندوبست تھا۔ اس کی بنیاد 1919ء میں مولانا عبدالحاظم ساجد، قاضی حسین احمد، احمد سعید دہلوی، عبد الباری فرنگی محلی نے رکھی تھی۔ یہ کانگریس کی ہمنوا تھی۔ مولانا حسین احمد مدنی صاحب، مفتی کفایت اللہ صاحب سیاست کئی جید علمانے بانگ دہل قیام پاکستان کے موقف کی مخالفت کی اور شرعی اعتبار سے اسے منوع قرار دیا۔ مولانا حسین احمد مدنی صاحب کے مطابق اتوام اوطن (وطن کی جمع) سے بنتی ہیں مذہب سے نہیں۔ وہ ہندو مسلم بھائی بھائی کے نعرے موجود اور مسلم لیگ میں شمولیت حرام ہے کے فتوی کے خالق بھی تھے۔

- iii. جماعت الاحرار جو تحریک خلافت کے خاتمے کے بعد وجود میں آئی تھی۔ علامہ عطاء اللہ شاہ بخاری، علامہ مظہر حسین اظہر مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی جیسے جو شیلے مقرر اور علماء کا علم اٹھائے ہوئے تھے۔ یہ قیام پاکستان کے مخالف تھے ہی لیکن ساتھ ہی اپنے مخالفین خصوصاً مسلم لیگ قیادت کو اخلاق سے گھٹیا القابات سے پکارنا ان کا شیوا تھا۔ جیسے قائد اعظم کو کافراً عظیم، پاکستان کو پلیدستان سمیت کئی دیگر القابات جماعت الاحرار کے پلیٹ فارم سے ہی تخلیق کیے گئے۔ سیاسی اعتبار سے یہ بھی قیام پاکستان کے مخالف تھے اور پورے ہندوستان کو آزاد کر کے خلافت کے قیام کا مطالبہ کرتے تھے۔ تقسیم ہند کے بعد جماعت الاحرار کی قیادت پاکستان تشریف لے آئی مگر ان کے خیالات میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔ 1953 میں پنجاب میں ہونے والے فسادات کے پیچھے جماعت الاحرار ہی کا ہاتھ تھا۔
- v. ایک اور بڑی مذہبی سیاسی جماعت جماعت اسلامی تھی جس کے بانی اور قائد مولانا ابوالا علی مودودی تھے۔ موصوف بھی قیام پاکستان کے خلاف تھے جس کا اندازہ ان کے اس مختصر قول زریں سے لگایا جاسکتا ہے کہ محمد علی جناح جنت الحمقاء (احمقوں کی جنت) کا بانی اور اور اجل فاجر ہے۔ پاکستان جنت الحمقاء اور کافروں کی حکومت ہوگی۔ اگرچہ مولانا مودودی صاحب کی قیام پاکستان مخالف سیاسی سوچ پر کئی صفات لکھے جاسکتے ہیں لیکن جامعیت کے اعتبار سے ان کا یہ مختصر جملہ ہی کافی و شافی ہے۔ اور مولانا کا یہ موقف قیام پاکستان کے بعد بھی ضروری تر ایمیں کے ساتھ برقرار رہا۔
- v. اہل تشیع حضرات کی نمائندہ مون کا فرنس شمال مشرقی ہندوستان کی ایک زبردست تنظیم تھی۔ یہ بھی پسماندہ مسلمانوں کی نمائندگی کی دعویدار تھی۔ سیاسی اعتبار سے یہ جماعت بھی آل انڈیا میشن کا فرنس کی ہم خیال تھی۔ انہوں نے 1943 میں ایک قرارداد پاس کی کہ ہندوستانی مسلمانوں کی حب الوطنی اور قومی حیثیت کبھی گوارا نہیں کرے گی کہ اپنی مادر وطن کو تقسیم کر کے اسے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کر دے۔ اس کے علاوہ آل انڈیا شعیہ کا فرنس، آل انڈیا مسلم مجلس، جمعیت اہل حدیث، انجمان وطن (بلوچستان)، ساو تھ انڈیا سپریشن کا فرنس جیسی دیگر مسلمان تنظیمیں بھی تقسیم ہندوستان کی شدت سے مخالف تھیں۔ تقسیم ہندوستان کی مخالف تنظیموں کے پلیٹ فارمز سے جذبات ابھارنے کے لیے اشعار پڑھے جاتے تھے ان کا اندازہ شیم کرہانی کے اس شعر سے لگایا جاسکتا ہے۔ ہم کو بتلاؤ تو کیا مطلب ہے پاکستان کا جس جگہ اس وقت مسلمان ہیں جس ہے کیا وہ جگہ نیش تھمت سے ترے، چشتی کا سینہ چاک ہے جلد بتلاؤ کیا زمین اجمیر کی ناپاک ہے تمام مذہبی جماعتوں بلا تفریق قیام پاکستان کی مخالفت تھیں۔ یہ ضرور ہے کچھ علماء اکرام جیسا کہ مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا شیر احمد عثمانی، مولانا ظفر احمد عثمانی وغیرہ اپنی ذاتی حیثیت میں مسلم لیگ کے حامی تھے لیکن ان کا جماعتی نظم و ضبط قیام پاکستان کے مخالف ہی رہا۔ مذہبی جماعتوں کے علاوہ کچھ ایسی علاقائی جماعتوں بھی تھیں

جو مسلمانوں کی نمائندگی کر رہی تھیں۔ جیسے پنجاب کی سب سے بڑی سیاسی جماعت **یونیٹ پارٹی** تھی جس نے ایک لمبے عرصے تک پنجاب پر حکومت کی تھی۔ سرفصل حسین اور سر سکندر حیات جیسی قدر آور شخصیات اس پلیٹ فارم سے پنجاب کے وزیر اعظم رہ چکے تھے۔ یہ انگریزوں کی سرپرستی حاصل کرنے میں کامیاب رہی تو پنجاب کے باسیوں کے لیے مراعات لینا آسان ہوا۔ یہ جماعت بھی کافی نگریں کی ہمنوا تھی اور متحده ہندوستان اس کا سیاسی منشور تھا۔ 1946 کے انتخابات سے قبل جناح۔ سکندر معاہدے کی بدولت مسلم لیگ کے لیے پنجاب میں حالات کچھ سازگار ہوئے۔ اس معاہدے کا بعد میں کیا بنا یہ الگ سے ایک دلچسپ داستان ہے۔ لاہور ہی کو مرکز بنانے کے لیے اپنی سیاسی سرگرمیوں کو منظم کرنے والی ایک اور تنظیم **خاکسار تحریک** تھی۔ حمید الدین مشرقی اس کے روح روان تھے خاکی شرط اور ہاتھ میں بیچھے ان کی پہچان تھا۔ رفیق نامی ایک خاکسار کارکن نے قائد اعظم پر قاتلانہ حملہ بھی کیا تھا۔ تحریک پاکستان میں متحده ہندوستان ان کے سیاسی نظریات کا مرکز تھا۔ اسی طرح **خان عبدالغفار خان** عرف باچہ خان جنکو سیاسی نظریات میں پر امن اور عدم تشدد جیسے نظریات رکھنے پر لوگ سرحدی گاندھی کے نام سے یاد کرتے تھے۔ یقیناً یہ ایک بہت بڑا اثر لیبیوں تھا۔ باچہ خان بھی متحده ہندوستان کے حق میں تھے۔ باچہ خان ہماری قومی تاریخ کا ایک بدنصیب کردار ہے جس کے ساتھ قیام پاکستان کے بعد ریاستی اداروں کی طرف سے انتہائی نامناسب سلوک روا رکھا گیا جس کی تفصیلات کے لیے الگ سے کامل لکھا جاسکتا ہے۔ لیکن جس تناظر میں بات آج کی جارہی وہ قیام پاکستان کے مخالف کیمپ میں ہی نظر آتے ہیں۔

آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام 1906 میں انگریزوں کی ایماپر ہی عمل میں آیا تھا۔ اس کا مقصد عوام میں مقبول ہوتی آل انڈیا نیشنل کا نگریں پر دباؤ ڈالنا تھا۔ مسلم لیگ عرصہ دراز تک **مغض ڈرائیکٹ روم** کی سیاسی جماعت تھی۔ جو اپنے سالانہ جلسے کے علاوہ عوامی میٹنگز کا اہتمام نہیں کرتی تھی۔ بڑے بڑے نواب اور رئیسان وقت اس کے نمائندہ ہوا کرتے تھے جو کافریں کو چیک اینڈ بیلنس کے دوران انگریزوں سے مراعات حاصل کر لیا کرتے تھے۔ مسلم لیگ کے قد کاٹھ کا اندازہ 1936 کے انتخابات سے لگایا جاسکتا ہے جہاں اسے پورے ہندوستان سے کوئی پذیرائی حاصل نہ ہوئی۔ قائد اعظم محمد علی جناح اس کے سربراہ بنے تو اس کی تنظیم نوکری گئی جس سے مسلم سٹوڈنٹ فیڈریشن سمیت دیگر ذیلی تنظیمیں بھی، مسلم لیگ کے نمائندہ اخبارات کا اجراء کیا گیا تو مسلم لیگ قومی سطح پر متحرک ہوئی۔ قائد اعظم کی ساری زندگی ہندوستانی عوام کی آئینی حقوق کے حصول میں جدوجہد کے دوران گزری۔ کافریں میں دادابھائی نورو جی اور گھوکھلے جیسے اعتدال پسند رہنماؤں کی جگہ موتی لال نہرو، گاندھی اور لالہ لاجپت رائے جیسے نگذہ نیت کے حامل رہنماؤں نے کافریں کی بھاگ دوڑ سنبھالی تو جناح صاحب نے کافریں کو خیر باد کہہ کر مسلمانوں کے آئینی حقوق پر توجہ مرکوز کر لی۔ مسلمانوں کے لیے علیحدہ وطن کا مطالبہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی۔ اس طرح مسلم لیگ پورے منظر نامے پر واحد

سیاسی جماعت تھی جس کے مطالبے میں علیحدہ وطن کا حصول شامل تھا۔ 1945 کے انتخابات اس سلسلے میں تب ایک ریفرنڈم کی شکل اختیار کر گئے جب قائد اعظم نے اپنے اخباری بیان میں کہہ دیا کہ اگر مسلم لیگ مسلمانوں کے لیے مخصوص نشستیں حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہوئی تو مطالبہ پاکستان سے دستبردار ہو جائے گی۔ ایسی نازک صورت حال میں بھی مذکورہ بالا تمام سیاسی جماعتوں نے اپنا وزن آل انڈیا نیشنل کانگریس کے پلٹے میں ہی ڈالا۔ اس لیے قیام پاکستان کے مقاصد کا تعین بھی مسلم لیگ ہی کا صوابید ہونا چاہیے ناکہ اس کے مخالف عناصر کو یہ موقعہ دیا جائے کہ وہ اس کی منزل کے تعین میں حتیٰ کردار ادا کریں۔ اب آخر پر اس نعرے کی بابت بات کرتا چلوں جس نے قیام پاکستان کے بعد پاکستان کی سیاسی تاریخ کو سب سے زیادہ متاثر کیا ہے تھا پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ۔ یہ سیالکوٹ سے تعلق رکھنے والے شاعر اصغر سودائی کی نظم کا حصہ تھا جیسے 1946 کے انتخابات کے دوران لوکل سطح پر لوگوں کو پاکستان کے حق میں ووٹ دینے کے لیے پڑھا گیا۔ وہ شعر و شاعری کا دور ہالوگ اپنی تقریروں میں طویل نظمیں پڑھا کرتے تھے اور مقبول شعراء کا سیاسی جلسوں میں خصوصی اہتمام کیا جاتا تھا۔ اسی طرح اصغر سودائی بھی جب سٹوڈنٹ فیڈریشن کے پلیٹ فارم سے مسلم لیگ کا پیغام لیکر نچلی سطح تک عوام میں گئے تو وہ اپنا کلام پڑھ کر عوام کا لہو گرمایا کرتے تھے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کیا مسلم لیگ کی کسی مرکزی یا صوبائی تنظیم نے اس نعرے کو اپنے پلیٹ فارم سے لگایا؟ تو اس کا جواب نفی میں ہے۔ یہ نعرہ صرف ایک مرتبہ مسلم مشائخ کا نفر نس کے موچی دروازے کے باہر منعقد ہونے والے جلسے میں لگایا گیا جس کا اہتمام پیر جماعت علی شاہ صاحب نے مسلم لیگ کی ایکیشن کمپین کی حمایت میں کیا تھا۔ کیونکہ علماء کے بر عکس درگاہوں کے متولیوں اور صوفیا کے پیر و کاروں کا جھکاؤ مسلم لیگ کی جانب تھا۔ سریا میں اور نواب صاحب آف محمود آباد جیسے قائد اعظم کے انتہائی قربی اور باعتماد لوگ اپنی سوانح عمری میں یہ بات لکھتے ہیں کہ آل انڈیا مسلم لیگ کا آخری سالانہ اجلاس کراچی کے دیناہال میں ہوا جس کی صدارت قائد اعظم نے کی۔ بہار سے آئے ہوئے لوگوں نے قائد اعظم سے سوال کیا کہ کیا مستقبل کے پاکستان کی نوعیت ایسی ہو گی جیسا ہمیں نعرہ سننے کو مل رہا ہے؟ ان کا اشارہ اسی نعرے کی جانب تھا۔ قائد اعظم نے بہار کے وفد سے کہا آپ بیٹھ جائیے۔ بیٹھ جائیے۔ بیٹھ جائیے۔ پھر آگے فرمایا کہ ہاں یہ بات میرے علم میں بھی آئی ہے کہ نچلی سطح پر چند ایک ووٹ حاصل کرنے کے لیے یہ نعرہ لگایا گیا ہے لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مستقبل کا پاکستان ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔

اس نعرے کی حقیقت کا پتہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ سیاسی شعور کے اعتبار سے بیگانے سب سے باشمور خطہ تھا۔ مسلم لیگ کی بنیاد بیگانے میں رکھنے جانے کے علاوہ پاکستان کی قرارداد پیش کرنے والے بھی بیگانی ہی تھے۔ قیام پاکستان کے بعد آبادی کے لحاظ سے پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ تھا جس میں 54 فیصد آبادی تھی۔ حیرت کی بات ہے کہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ نعرہ پاکستان کی

تحریک کاروچ رواں تھا تو بگال اس سے بے خبر کیوں تھا؟ قیام پاکستان کے بعد مشرقی پاکستان میں کئی تحریکیں چلیں لیکن کسی ایک تحریک میں بھی یہ بات نہیں دھرائی گئی کہ پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے لہذا اس میں اسلام نافذ کیا جائے۔ بگال سے تعلق رکھنے والے خواجہ ناظم اور حسین شہید سہروردی جیسے تحریک پاکستان کے فرنٹ لائن لیڈر بعد ازاں پاکستان کے وزراءۓ اعظم بھی بنے لیکن کبھی اس بات کا اعادہ نہیں کیا۔ یہ صورت حال اور بھی بہت ہی دلچسپ ہو جاتی ہے کہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ پاکستان اسلام کے نام پر قائم کیا گیا تھا تو اس وقت کی مذہبی قیادت کے مقام کا تعین کرنا آج کے پیروکاروں کے لیے بہت ہی مشکل ہو جائے گا کیوں جن لوگوں نے پاکستان کے لیے جدوجہد کی وہ تب کے مذہبی راہنماؤں کے مطابق گمراہ، بے دین، حتیٰ کہ احمدقوں کی جنت میں رہنے والے تھے۔ اور بانیان پاکستان کے مطابق پاکستان کی بنیادیں سیکولر تھیں۔ اور ان کا خیال تھا کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہندو ہندو نہیں رہیں گے اور مسلمان مسلمان نہیں رہیں گے۔ ان کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں تھا عقدہ ترک کر دیں گے۔ بلکہ ان کی رائے تھی کہ سیاسی اعتبار سے سب ایک قوم کے شہری ہوں گے۔ اور مذہب ہر فرد کا ذاتی عقیدہ ہو گا۔

viii. جناح صاحب نے اپنی حکومت کی پالیسی کی وضاحت 13 جولائی 1947 کو دہلی میں ایک پریس کانفرنس کی۔ جس میں انہوں نے یہ واضح کیا کہ پاکستان ایک جمہوری ریاست ہو گی اور غیر مسلم اقلیتوں کو ہر لحاظ سے مساوی حقوق حاصل ہوں گے۔ انہوں نے کہا پاکستان ڈومنین میں اقلیتوں کے مذہب، عقیدے، جان و مال اور ثقافت کا تحفظ ہو گا۔ وہ ہر لحاظ سے پاکستان کے شہری ہوں گے۔ اور ان کے ساتھ کسی بھی طرز کا امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا۔ اقلیتوں کو ریاست کا حقیقی وفادار ہونا پڑے گا۔ اسی کا پریس کانفرنس میں جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا پاکستان ایک سیکولر ریاست ہو گی یا تھیو کریکٹ تو ان کا جواب تھا یہ سوال احقارناہ ہے مجھے معلوم نہیں کہ تھیو کریکٹ ریاست کا مطلب کیا ہے؟ اس پر صحافی نے کہا تھیو کریکٹ ریاست کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان میں مسلمان توپرے شہری ہوں گے اور غیر مسلم پورے شہری نہیں ہوں گے۔ تو قائدِ اعظم نے کہا پھر تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ سب کچھ رائیگاں چلا گیا جواب تک میں نے کیا ہے۔ خدا کے لیے ایسے بیہودہ خیالات اپنے ذہن سے نکال دیں۔ چنانچہ جناح کے پاکستانی نیشنلزم میں مسلم کو غیر مسلم پر کوئی برتری حاصل نہیں تھی۔ ان کے نزدیک پاکستان کی جیوگرافیائی حدود میں آباد ہر شخص کو بلا تفریق مذہب اور عقیدہ ایک شہری کے حقوق اور ترقی و خوشحالی کے لیکن موافق حاصل ہوں گے۔ ان کا نظریہ پاکستان جیوگرافیائی سرحدوں پر مبنی

تھا۔ بعد ازاں عوام دشمن ملاوں اور فوجی آمروں نے اپنے غصب شدہ اقتدار کا نظریاتی جواز مہیا کرنے کے لیے نظریاتی سرحدوں کا جو نعرہ گھڑا اس کا قائد اعظم محمد علی جناح نے پاکستانی نیشنل لازم سے دور دور کا واسطہ نہیں تھا۔ ابو بکر صدیق، لاہور